پروفیسر ایم ایم شریف

اسلامی نصب العین

اسلامی نصب العین پر اظہارِ خیال سے پہلے دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ اسلام میں دوسرے مذاہب کی طرح پاپائیت یا برہمنیت یا کوئی منظم مذہبی جماعت نہیں ہے۔ نہ کسی خاص طبقہ کے لیے روحانیت کی اجارہ داری مخصوص ہے۔ کلیسا اور حکومت یا دنیاوی اور مذہبی عالموں کے درمیان معاشرہ کی کوئی تقسیم نہیں۔ نیکی کی تلقین کرنا اور بدی سے روکنا کسی خاص طبقہ کے لیے مخصوص نہیں بلکہ تمام مومن مردوں اور عورتوں کا یکساں فرض منصبی ہے۔ ایسے مرد اور عورت صرف مسلمانوں ہی میں نہیں بلکہ غیر مسلموں میں بھی موجود ہیں۔ ایسے افراد کی مستقل موجودگی تو ضروری ہے جو اس فریضہ کو پوری اہمیت کے ساتھ انجام دیتے رہیں۔ لیکن ایسے افراد کی کوئی خاص جماعت نہ ہو گی۔ نہ وہ جو خدا اور بندوں کے درمیان وسیلہ ہوں گے اور نہ صرف اسی ایک کام کے لیے مخصوص ہوں گے۔

دوسرے یہ کہ اسلام میں دنیاوی اور روحانی زندگی دو جداگانہ چیزیں نہیں۔ ہر کام خواہ کتنا ہی دنیاوی معلوم ہو روحانی بھی ہوتا ہے اگر وہ زندگی کے تمام پیچیدہ کر واحد نظام کے زیر اثر کیا گیا ہو۔ روحانی اور دنیاوی زندگی کی تفریق انسانی شخصیت کی وحدت کو مادہ اور روح میں تقسیم کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ درحقیقت مادہ بذات خود کوئی چیز نہیں۔ جب روح کو زمان و مکان کے شکنجے سے منسلک کر دیا جاتا ہے تو اسی کا نام مادہ ہے۔ قرآن حکیم کے مطابق بنیادی حقیقت روحانی ہے اور یہ دنیوی زندگی اور ماسوا دونوں میں ظاہر و پوشیدہ ہے۔ روح اپنی بلندیوں تک پہنچنے کے لیے نظام ہائے مادی، دنیاوی اور فطری سبھی کو استعمال کرتی ہے۔ تمام قدریں بیک وقت مادی اور دنیاوی ہیں۔ اس لیے تمام دنیاوی چیزیں بنیادی حیثیت سے متبرک ہیں۔ اور ان کا اظہار شخصی اور اجتماعی دونوں زندگیوں میں ہوتا ہے۔ اور یہی انسان کا رشتہ خدا کے ساتھ اور بنی نوع انسان کے ساتھ متعین کرتی ہیں۔

اسلام میں رہبانیت سرے سے نہیں۔ نفس کشی، جسمانی اذیت اور اس قسم کے دوسرے طریقوں سے معاشرہ سے بالکل علیحدہ ہو کر روحانیت کا دعوےٰ کرنا سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ وہ راہبانہ طریقے

جن سے محض جسمانی اذیت مقصود ہو قطعاً منع ہیں ۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ روحانی تربیت کے لیے بھی معاشرہ سے عارضی طور پر علیحدہ رہنے کو بھی اسلام ناجائز قرار دیتا ہے حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیاء، صوفیا اور غیر معمولی قابلیت کے علماء و فضلاء سب کی زندگیاں ایک نال پر چلتی ہیں ۔ ابتدا میں وہ سب معمولی زندگی بسر کرتے ہیں پھر کچھ عرصہ کے لیے روحانی بصیرت کے حصول کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کی اس جستجو میں ایسے لمحے آتے ہیں جو روح کو منور اور راحت سے بھرپور کر دیتے ہیں ۔ بقول ابن خلدون یہ لمحے ایک پلک کی جھپک سے زیادہ نہیں ہوتے اور انہی میں بصیرت القا اور الہام حاصل ہوتا ہے ۔ پھر اُن کی زندگی کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے جس میں قلب ماہیت حاصل ہوتی ہے اور ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے ۔ اُن کا معاشرہ کے ساتھ تعلق بھی انہی تین ادوار سے گزرتا ہے ۔ پہلے وہ اپنے رفقا کے ساتھ معمولی انسانوں کی زندگی بسر کرتے ہیں ۔ پھر معاشرہ سے علیحدہ ہو کر تخلیقی قوت حاصل کرتے ہیں پھر اس مزید روحانی قوت کے ساتھ معاشرہ میں واپس آتے ہیں ۔ افلاطون نے اپنی غار والی تمثیل میں جس بادشاہ کا ذکر کیا ہے اُس کی زندگی بھی انہی تین ادوار سے گزرتی ہے ۔ معاشرہ کے مختلف شعبوں کے رہنماؤں کی زندگیاں بھی انہی تین ادوار سے گزرتی ہیں کسی شخص کے لیے بھی تھوڑے عرصہ کے لیے معاشرہ سے علیحدہ ہو کر تربیت حاصل کیے بغیر کسب کمال ممکن نہیں ۔ اس عارضی گوشہ نشینی کے لیے خواہ کسی صوفی کی خانقاہ ہو، یا کسی سائنسدان کا دارالتجربہ ہو، یا کسی ماہر صنعت کا کارخانہ ہو، یا کسی اہل فن کا تصویر خانہ ہو، یا کسی عالم کا خلوت کدہ ہو ۔ نئی قوتوں کے پیدا ہونے کے بعد معاشرہ میں آئے بغیر انسان کسی کمال کو حاصل نہیں کر سکتا ۔ ان کی روزمرہ کی زندگی بھی انہی تین تلسلے پر چلتی ہے ۔ دن میں وہ اپنے کاروبار میں مشغول رہتے ہیں ۔ پھر رات کی گھڑیاں آتی ہیں جن میں آسمان سے فرشتے اُترتے ہیں اور وہ متلاشی دلوں کے لیے بصورت الہام یا القاء عرش سے پیغامات لاتے ہیں ۔ اور دوسرے روز وہ الہامات سے ماورا ہو کر پھر اپنے کام میں مشغول ہو جاتے ہیں ۔ تمام قدریں خواہ انہیں روحانی کہیے یا دنیاوی معاشرہ میں رہنے والے انسان کے مقاصد زندگی ہیں ۔

اسلامی تصور کے مطابق یہ کائنات جس میں انسان رہتا ہے صرف تفریح کے لیے پیدا نہیں کی گئی ۔ اس کا ایک مقصد اور انجام ہے اور ایک مخصوص غایت ہے جس سے انسان مستثنیٰ نہیں ہر ایک کے لیے ایک منزل مقصود ہے اور وہ منزل مقصود خدا ہے وہی تمام عالم کی ابتدا اور انتہا ہے ۔ امام غزالی کے قول کے مطابق تمام کائنات کو وجود میں لانے کا باعث ہونے کی وجہ سے خدا ابتدا ہے اور سب کا نصب العین ہونے کی وجہ سے وہ انتہا ہے ۔ ہماری محدود ہستی خدا کو پوری شان و شوکت کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی ۔ خدا نے قرآن حکیم

ہیں اپنی صفات کو انسانی اقدار سے مثالیں دے کر ہمیں سمجھایا ہے۔ وہ صفات جن کی حقیقت کو پہچاننا ہمارے احاطۂ علم سے باہر ہے انہیں ہماری زندگی کے تجربات سے مثالیں دے کر ہمارے ذہن نشین کیا ہے۔ یہ صفات ذات باری تعالٰے کے مقابلہ میں حقیقت کی صرف نشاندہی کرتی ہیں اور انسانوں کے لیے اعلیٰ ترین اقدار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

انسان صرف حیوان ہی نہیں وہ تمام مخلوقات میں اعلیٰ ترین درجہ رکھتا ہے۔ قرآن حکیم کے مطابق خدا نے انسان کو بہترین ہیئت کا پیدا کیا ہے اور خدا نے اپنی روح اس میں پھونکی ہے۔ عیسائی یونانی اور ہندی داناؤں کے مطابق بھی وہ خدا کی شبیہہ ہے۔ انسان کی انتہائی تکمیل یہ ہے کہ اس پر الوہیت کا رنگ پوری طرح چڑھ جائے اور ان صفات ربانی کو اپنے اندر بدرجہ اتم پیدا کرے۔ اقبال نے خوب کہا ہے: یزداں بہ کمند آور اے ہمت مردانہ۔

مشیت ایزدی یہ ہے کہ ان صفات کے ذریعہ الوہیت کا نور مکمل ہو اس لیے انسان کی غایت یہ ہے کہ رفتہ رفتہ ان تمام صفات کا حامل بنتا جائے۔ ان خدائی صفات یا انسانی قدروں کو خدا کے مختلف اسما کے ساتھ نامزد کیا گیا ہے۔ لیکن سب کو چند اہم عنوانات کے ماتحت جمع کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً حیات۔ وحدت۔ قدرت۔ علم۔ جمال۔ عدل۔ حُب۔ نیکی۔

قرآن حکیم کے مطابق خدا کی ذات کوئی غیر معین ہستی یا اندھی طاقت یا بےمعنی حقیقت نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک زندہ ذات ہے۔ خودکشی یا قتل سے زندگی کی بنیادی قدر تباہ ہوتی ہے اس لیے اسلام میں یہ دونوں فعل گناہ میں داخل ہیں۔ قتل صرف اسی حالت میں جائز ہے جب وہ کسی خیر اعلیٰ کے حاصل کرنے یا شر عظیم کے دور کرنے کے لیے لازمی ہو۔

افلاطون کے زمانہ سے خیر۔ جمال اور حق کو تمام دنیا میں حقیقت کے لازمی پہلو اور زندگی کی بنیادی اقدار کہا گیا ہے۔ افلاطون دنیا کے عظیم ترین علما میں سے تھا مگر وہ خدا کی ہستی کو قادر مطلق۔ واحد کل۔ اوّل و آخر ظاہر و باطن تسلیم کرنے سے عاری رہا۔ ان دو بنیادی اقدار کو تسلیم کرنے کا سہرا اسلام کے سر ہے اسلام نے باری تعالےٰ کی کسی صفت پر اتنا زور نہیں دیا جتنا وحدت پر۔ اسی لیے انسان کے لیے بھی وحدت ایک بنیادی نصب العین ہے۔

بطور انسانی نصب العین کے وحدت دو شکلوں باطنی اور خارجی پر مشتمل ہے۔ باطنی وحدت انسان کے ذہن سے تعلق رکھتی ہے اس کا مطلب تخیل۔ جذبات اور قول و فعل کی ہم آہنگی اور شخصیت کی تکمیل ہے

خارجی طور پر معاشرہ کی تنظیم۔ باہمی رابطہ۔ درگذر۔ خاندانی اتحاد۔ برادرانہ تعلقات۔ ملی استحکام اور بین الاقوامی برادری اور انجام کار ذاتی اغراض کو احکام ربانی کے مطابق کرنا یعنی ذاتی خواہشات کو دائمی اقتدار سے وابستہ کرنا اور ذات ربّانی سے رشتہ باندھنا مقصود ہے۔

مختصر طور پر یہ کہنا درست ہوگا کہ وحدت سے مراد ہے ہر میدان عمل میں زندگی کی سالمیت اور تکمیل اور ذاتی اور اجتماعی معاملات کی ہم آہنگی، ظاہر و باطن کی یکرنگی اور ماورائے کائنات اور کائنات میں حاوی و ساری وحدت ربانی۔

طاقت یا قدرت بھی اللہ تعالے کی ایک صفت ہے۔ انسانی نصب العین کی حیثیت سے اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ باطنی و ظاہری۔ باطنی طور پر اس کے معنی ہیں اعلیٰ اقدار کے حصول کے لیے قوت ارادہ۔ طاقت عزم۔ قوت عمل اور جو مشکلات راستہ میں حائل ہوں ان کا مقابلہ کرنا۔ ان پر قابو پانا اور کبھی مایوس نہ ہونا۔ اس سے جرأت۔ عزم۔ استقلال جسمانی اور اخلاقی قوت۔ ہمت۔ قوت اختراع۔ ذوق و شوق۔ تخلیق فکر۔ تعمیر شخصیت۔ ذاتی اغراض و خواہشات پر غلبہ مراد ہے

خارجی طور پر اس کے معنی شر کا استیصال۔ معاشرہ کی تعمیر شخصی اور قومی آزادی۔ معاشرتی جمہوریت۔ اور تسخیر کائنات۔ علاوہ ازیں طاقت سے مراد ادب اور تمام فنون لطیفہ میں تخلیقی سرگرمیاں۔ جن کا اظہار عجائب خانوں۔ تصویر خانوں۔ یونیورسٹیوں۔ مقبروں اور انسانی جدوجہد کی تمام یادگاروں اور انسانی تہذیب و تمدن کی دوسری تمام شکلوں میں ہوتا ہے۔ مختصر طور پر اس کے معنی ہیں زندگی کا دم ودم جس کے بغیر کسی قسم کی ترقی ممکن نہیں اور جس کی موجودگی ہر طرح کی نشوونما کی ضامن ہے۔ بقول اقبال

چون خودی آرد بہم نیروے زیست ۔ می کشاید قلزمے از جوئے زیست

اسی قدر کو کسی قدر شاعرانہ مبالغہ کے ساتھ اقبال نے زندگی کا واحد ماحصل قرار دیا ہے

زندگی کشت است و حاصل قوت است

اس طرح فرد اور معاشرہ دونوں ایسی متحدہ قوت متحرکہ حاصل کر لیتے ہیں جن میں باہمی نظم و عمل کے لامحدود امکانات ہوتے ہیں۔ لیکن وحدت اور حرکت علاوہ انسانی فکر اور معاشرتی زندگی کے تین خاص پہلو ہیں۔ عقل۔ جذبہ اور ارادہ۔ مجمل طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عقلی پہلو سے مراد علم اور حکمت ہے۔ وحدت اور قدرت کی طرح حق و حکمت بھی ایک صفت ربانی ہے اس لیے انسان کے لیے ایک نصب العین اور بنیادی قدر کی حیثیت رکھتی ہے

علم و حکمت کی طرح جمال بھی ایک ربانی صفت ہے اور اس وجہ سے انسان کے لیے ایک بنیادی قدر ہے۔ جس طرح عقل کا نصب العین حق و راستی ہے اسی طرح ہماری زندگی کے جذباتی اور حسی پہلوؤں کا نصب العین حسن ہے۔ حسن کا جلوہ صرف مادی اشیا ہی میں نہیں بلکہ اس سے زیادہ روحانی صفات میں ہے۔ حسن صورت اور حسن سیرت مل جاتے ہیں تو ان سے ایک عظیم الشان شخصیت نمودار ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ کی دو اور صفات ایسی ہیں جن کا ذکر قرآن حکیم میں ہمیشہ ساتھ ساتھ آیا ہے۔ وہ ہیں عدل و محبت۔ محبت میں دوسری صفات کے علاوہ رحم و کرم، عفو و حلم بھی شامل ہیں اور ان کا حصول بھی انسان کے لیے باعث سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ عادل ہے اور یہ صفت دوسری صفات کی طرح ہمارے لیے ایک نصب العین ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ معاشرتی اقدار میں یہ اعلیٰ ترین قدر ہے۔ قرآن حکیم صاف طور پر ہمیں بتاتا ہے کہ ہم باہمی تعلقات میں انصاف کو ہمیشہ مدِ نظر رکھیں۔ اور کسی صورت میں بھی کسی کی وکالت یا سفارش، رشتہ داری، ذاتی نفرت یا رنگ و نسل تعصب کو اپنے منصفانہ فیصلے پر اثر انداز نہ ہونے دیں دوسروں کے جان و جسم ان کے مال اور ان کی عزت و عفت کا تحفظ تقاضائے انصاف ہے اور ان میں سے کسی کی خلاف ورزی قابل سرزنش ہوگی۔

خدا کی محبت کا اظہار تخلیق کائنات۔ پرورش۔ پناہ۔ اعانت۔ رہبری۔ کفالت حاجات۔ لطف و کرم رحم اور عفو کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جب گنہ گار بندے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اس کے لامحدود کریمانہ عفو کا اظہار اُن پر ایسا ہی ہوتا ہے جیسا نیک بندوں پر۔ انسانوں میں ماں کی محبت اپنے بچے کے ساتھ سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن خدا کی محبت اپنے بندوں کے ساتھ اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ انسانوں میں محبت کا اظہار مختلف طریقوں سے ہوتا ہے۔ یہ ایک طلائی رشتہ ہے جو زندگی کے تلنے بانے کو ایسی قوت لطافت اور رونق بخشتا ہے جو دوسرے جذبات سے ممکن نہیں۔ برخلاف اس کے ذلیل جذبات جدائی کا باعث ہوتے ہیں۔ محبت ایک متحرک قوت ہے جس سے افراد اور اقوام کے درمیان حقیقی اتحاد پیدا ہوتا رہتا ہے۔ انسان میں اس کا اظہار ذاتی اور بین الاقوامی امور میں خلوص یگانگت قرابت۔ ہمسائیگی۔ اعانت۔ رحم و کرم اور ذاتی ایثار سے ہوتا ہے۔ اس کے خلاف مصلحت جس کا استعمال آجکل خصوصاً بین الاقوامی تعلقات میں ہوتا ہے، وہ ایک کمزور رابطہ قائم کرتی ہے جو معمولی کشاکش سے ٹوٹ جاتا ہے۔ سچی انسانی اخوت کا حصول عدل و محبت کے معاشرتی اور روحانی اقدار کی تکمیل کے بغیر ناممکن ہے۔

خدا تمام تر خیر ہے۔ وہ قدوس یعنی ہر شر سے پاک ہے۔ وہی تمام نیکی کا منبع ہے اور تمام تعریف کا مستحق

ہے۔خیر انسان کے لیے بھی ایک بنیادی قدر ہے۔ خیر کا مطلب ذاتی اختیار کو عالمگیر اختیار کے تابع کرنا یعنی شخصی اقدار کو دائمی اقدار کی طرف خوش دلی سے موڑنا۔

انسانی اختیار کا ان قدروں کی طرف آزادانہ رُخ بذاتِ خود ایک دائمی قدر ہے۔جس طرح عقل کا منتہی حقیقت تک رسائی ہے۔ اور حسن و محبت ہمارے ذہن کے مقاصد ہیں۔ اسی طرح خیر ہماری فطرت کے ارادی پہلو کی منزلِ مقصود ہے۔یہی ہماری عملی جد وجہد کا مقصد ہے۔ انسانی سیرت کی عظمت قوت ارادی سے پیدا ہوتی ہے اس کی صفت خیر ہے۔ اور یہ ہمیشہ دائمی اقدار کے حصول کے لیے کوشاں رہتی ہے۔یہی وہ سیرت ہے جو ایک چیز کو دوسری پر ترجیح دینے کے جذبہ کا تعین کرتی ہے۔ ہم روزانہ زندگی میں خواہشات و جذبات کی رو میں بہہ جاتے ہیں۔ یہ فیصلہ اعلیٰ سیرت ہی کرتی ہے کہ کن خواہشات کی تکمیل کی جائے اور کن کا سدِ باب کیا جائے۔ اور کن کے لیے انتہائی کوشش کی جائے۔ ہر لمحہ ہم عمل کے متبادل طریقوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ اور اعلیٰ سیرت کی رہنمائی ہی سے ان میں انتخاب کرسکتے ہیں۔ تمام قدروں میں اہم ترین قدر انصاف ہے۔اس کا مقصد قانون کی نظر میں انسانی مساوات ہے جس میں رنگ و نسل اور ذات پات کا امتیاز نہیں ہوتا بلکہ ان فطری حقوق کی نگہداشت قانون کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

متذکرہ اقدار کے حصول کی مسلسل کوشش کے نتیجہ میں انسانی شخصیت کو ایک ایسی قوت حاصل ہوتی ہے جس کو قرآن حکیم میں نفس مطمئنہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔اسی لیے جنت کو قرآن کریم نے دارالسلام یا جائے امن کہا ہے۔

انسان محض ایک روحانی ہستی ہی نہیں ہے بلکہ روح کے ساتھ مادّی ضروریات کی بھی بنیادی حیثیت ہے دائمی روحانی اقدار کا حصول مادّی ضروریات پورا کیے بغیر ممکن نہیں۔ انسان کی فطری ضروریات بھوک، پیاس، جنسی خواہشات، لباس، رہائش وغیرہ پر مشتمل ہیں۔معاشی اقدار ان ضروریات کے پورا کرنے کا نتیجہ ہیں۔یہ معاشی اقدار اگرچہ انسانی مقصد اعلیٰ نہیں لیکن دائمی اقدار کے حصول کے لیے نہایت اہم ہیں۔ روحانی نشو ونما کے لیے ان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

دائمی اقدار کے مقابلہ پر جو گناہ یا بدی ہیں وہ نااتفاقی۔انسانی کمزوری۔ غلط روی۔ ناانصافی۔ نفرت اور بدحالی ہیں۔ ناانصافی کا نتیجہ افراتفری کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔انسانی سیرت کی کمزوری کے باعث نظم وضبط کا فقدان جسمانی بیماری۔ قوت عمل کا جمود اور پسماندگی پیدا ہوتے ہیں۔غلط روی سے ناقص فکر و فہم اور جہالت ظاہر ہوتے ہیں۔ ناانصافی کا نتیجہ عام بدحالی ہوتی ہے جس میں جسمانی تکالیف یا ذہنی اذیت بھی شامل ہیں۔ نفرت بدسیرتی سے پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح معاشی اقدار کے مقابلہ میں معاشی برائیاں ہیں - یہ غربت و افلاس۔ بھوک پیاس۔ رہائش کی کمی اور جنسی بھوک ہیں۔ اس کی وجہ سے خواہشات کی غلامی۔ اخلاقی تنزل۔ ذہنی خلل اور بالآخر موت تک نوبت پہنچ سکتی ہے -

فرد واحد یا معاشرہ جب برائی کے راستہ پر چلے تو نتیجہ انتشار اور عملی جمود ہوتا ہے جو فطری تقاضوں سے مطابقت نہیں کرتا جس کا انجام قوموں کی تباہی ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اُن کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ اس کے مقابلہ میں دائمی اقدار کے راستہ پر گامزن ہونے کو قرآن حکیم صراطِ مستقیم یعنی سیدھا راستہ بتاتا ہے۔ اور یہی مقدس اور بابرکت ہستیوں کا راستہ ہے۔ برائی کا راستہ فطری خطوط کو توڑتا ہے لیکن صراطِ مستقیم پر چل کر انسان فرشتوں سے برتر مقام حاصل کر سکتا ہے اور شر کے راستہ پر چلنے والے حیوانیت کے درجہ سے بھی نیچے گر جائیں گے -

جب شخصیت اپنی قوت اختیار کے ساتھ دائمی اقدار کے حصول کے لیے ہمہ تن کوشاں ہو تو اس کو رضائے الٰہی کے تابع ہونا کہتے ہیں۔ اور اس راستہ کی کامیابی ہمیشہ مسرت و شادمانی امن و سلامتی پر منتج ہوتی ہے اسی مفہوم کو اسلام سے تعبیر کرتے ہیں جس سے مراد غیر مشروط تابعداری اور امن و سلامتی ہے اور اسی معنی میں اسلام کا یہ دعوےٰ ہے کہ وہ ازل سے ابد تک حقیقی ایمان کی بنیاد ہے -

---

مجلہ

ثقافت

کا

خلیفہ عبدالحکیم نمبر

شایع ہو گیا ہے

جس میں پاکستان کے نامور فلسفی اور مصنف ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم مرحوم کے متعلق مشرق و مغرب کے بلند پایہ مفکروں اور مصنفوں کے مضامین اور تاثرات پیش کیے گئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

ملنے کا پتہ: سیکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور

مطبوعاتِ بزمِ اقبال و مجلسِ ترقیِ ادب

مجلہ اقبال سہ ماہی - مدیر: ایم - ایم شریف - بشیر احمد ڈار - سالانہ دس روپے -

صحیفہ سہ ماہی - مدیر: سید عابد علی عابد - سالانہ دس روپے -

		روپے
میٹافزکس آف پرشیا -	مصنفہ علامہ اقبال	۵ — ۰ — ۰
امیج آف دی ویسٹ ان اقبال -	مصنفہ مظہر الدین صدیقی	۲ — ۰ — ۰
اقبال اینڈ والنٹرزم -	مصنفہ بشیر احمد ڈار	۶ — ۰ — ۰
فکر اقبال -	مصنفہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم	۱۰ — ۰ — ۰
ذکر اقبال -	مصنفہ مولانا عبدالمجید سالک	۵ — ۰ — ۰
علامہ اقبال -	مترجمہ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم	۱ — ۸ — ۰
فلسفۂ اقبال -	مرتبہ بزم اقبال	۶ — ۰ — ۰
اسلام اور تحریک تجدد مصر -	مترجمہ عبدالمجید سالک	۵ — ۰ — ۰
غیب و شہود -	مصنفہ سید نذیر نیازی	۳ — ۴ — ۰
حکمت قرآن -	مترجمہ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم	۱ — ۰ — ۰
جمالیات قرآن کی روشنی میں -	مصنفہ نصیر احمد	۴ — ۰ — ۰
فلسفۂ شریعت اسلام -	مترجمہ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ	۵ — ۰ — ۰
نظام معاشرہ اور اسلام -	مترجمہ عبدالمجید سالک و عزیز	۴ — ۰ — ۰
دولت اقوام ۲ جلد -	مترجمہ عطاء اللہ و فخری	۳۶ — ۰ — ۰
سائنس سب کے لیے -	مترجمہ آفتاب حسن	۲۰ — ۰ — ۰
فلسفۂ جدید -	مترجمہ آشکار حسین	۲ — ۰ — ۰
فلسفۂ ہند و یونان -	مصنفہ محمد شفیق	۳ — ۰ — ۰

ملنے کا پتہ: سیکریٹری بزم اقبال و مجلس ترقی ادب - نرسنگداس گارڈن - لاہور